بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تصریحات

اس تحریر کے آپکے ہاتھوں تک پہنچتے پہنچتے یکم مئی کا دن گزر چکا ہوگا اور ہمیں امید ہے کہ اس طرح ناکامی ونامرادی کے ساتھ جس طرح انیس اپریل کا دن گزرا ہے لیکن کمیونسٹوں کی ان ناکامیوں سے ہمیں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے کیوں کہ ہر ناکامی کے بعد ان کی ریشہ دوانیوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا آیا ہے اور ہوتا چلا جائیگا جب تک کہ پوری قوت و طاقت سے ان کے فتنہ و فساد کے سوتوں کو خشک نہ کر دیا جائے۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس راستہ میں ہمیں کڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑے گا، صبر آزما مرحلے طے کرنا پڑیں گے اور جاں گسل حالات سے دوچار ہونا ہوگا لیکن اب اس کے علاوہ اصلاح اور فلاح کے لیے اور کوئی چارۂ کار بھی باقی نہیں رہا کیوں کہ مئی کے بعد جون اور جون کے بعد جولائی آتے رہیں گے اور روز روز دفاعی جنگ لڑتے ہوئے دن بدن تلخ تر ہونے والے جذبات پر کنٹرول پانا کسی کے بس میں نہیں رہے گا اس لیے آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مرض کی تشخیص کریں۔ اس کے بعد اس کا مناسب علاج سوچیں اور اس کے بعد نسخہ لکھ کر یا سنا کر بیٹھ نہ جائیں بلکہ اس کے مطابق عملدرآمد کریں اور کروائیں۔

جو شخص کمیونسٹ فلسفے سے آگاہ ہے اور دنیا کے مختلف حصوں میں —— سوشلزم کے نام پر بپا ہونے والی تحریکوں اور انقلابوں کی تاریخ سے واقف ہے وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ کمیونسٹ جہاں بھی برسر اقتدار آتے وہاں ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر نہ تھی اس کے باوجود ان کے کامیاب ہونے کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ انہوں نے معاشرے کے پسے ہوئے لوگوں کے جذبات کو انگیخت کر کے ان کی اس نفرت کو ہوا دی جو استحصالی طبقوں کے جبر و تشدد کے خلاف ان کے دل میں پائی جاتی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ کمیونزم اور سوشلزم نے انہیں اس قسم کے ظلم وستم کا نشانہ بنایا جس کا عشر عشیر بھی انہوں نے نہ دیکھا اور نہ سنا تھا کہ پہلے استحصال کے

خلاف آواز تو بلند کر سکتے تھے اب اس کا حق بھی چھین لیا گیا لیکن بہرحال کمیونسٹ اور سوشلسٹ اپنے مقاصد مذمومہ کے حصول میں کامیاب ہوتے رہتے۔

ہمارے ملک میں اقتدار کے حصول کے لیے دو طالع آزماؤں نے علی الخصوص اسی طریق کار کو اپنایا ہے۔ ان میں سے ایک تو راتوں رات بنے ہوئے اور درآمد کیے ہوئے سندھ کے ایک بڑے جاگیردار کے فرزند مسٹر بھٹو ہیں جنہیں اسکندر مرزا نے جاتے ہوئے نشانی کے طور پر قوم کو عطا کیا تھا اور دوسرے مشرقی پاکستان کے ہارے ہوئے جواری جناب بھاشانی ہیں کہ خوش قسمتی یا بدقسمتی سے تحریک پاکستان کے کارکن رہ چکے ہیں اور اس کے سہارے اپنی قیادت و امامت کی گھنائی ہوئی دکان چلانے اور چمکانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

ان میں سے اول الذکر ایک خالص جاگیردار استحصالی طبقہ کے فرزند اور امریکی و انگریزی تہذیب کے پروردہ اور فریب خوردہ اور اس کے نقیب و داعی ہیں اور اہل نظر پر یہ بات مخفی نہیں کہ پاکستان میں اسی نظام الحاد و اباحیت کے نفاذ کے خواہاں اور اس کے لیے کوشاں ہیں۔ لیکن اقتدار کے فاصلوں کو کم کرنے کے لیے سوشلزم اور کمیونزم کی راہ کو اپناتے ہوئے مزدوروں کو اپنا آلہ کار بنانے کی سازشوں میں مشغول اور ملک کے شرفا اور اسلام دوستوں کے ساتھ ساتھ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو BLACK MAIL کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

سوشلسٹ تبلیغی اور کمیونسٹ گروہ صرف اس امید پر ان کے رفیق سفر بن گئے ہیں کہ تحریک کے زور پکڑ لینے اور آگ کے بھڑک اٹھنے کے بعد تحریک کے رخ کو بدلنا اور اس کی نہج کو تبدیل کرنا مسٹر بھٹو کے بس میں نہ ہوگا۔ اس کے برعکس خود بھٹو کو FIX UP کرنا اور راستے سے ہٹانا ان کے لیے کوئی مشکل امر نہ ہوگا چنانچہ خود مجھ سے ایک مشہور کمیونسٹ ادیب اور لیڈر نے کہا کہ:

"ہم مسٹر بھٹو کو امریکہ کا ترپ کا پتہ سمجھتے ہیں لیکن جس تحریک کو مسٹر بھٹو لے کے اٹھے ہیں ہمیں اس کے BUILD UP ہونے کا انتظار ہے اس کے بعد ہمارا سب سے پہلا شکار یہی نوابزادہ اور جاگیردار ہوگا جس نے انگریزوں کی وفاداری

کے صلہ میں حاصل کی ہوئی زمین ورثہ میں پائی ہے اور اپنے آٹھ سالہ دور اقتدار میں غریب ہاریوں سے چھینا جھپٹی کر کے اس میں معتد بہ اضافہ کیا ہے۔"

رہ گئے جناب بھاشانی تو ان کا کمیونسٹ ہونا اور چینی BARND ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اس لیے ان کا انہی طور اطوار کو اپنانا جن سے ملک میں کشت و خون اور قتل و غارتگری ہو کوئی بعید از فہم و قیاس نہیں۔ ان کی تیس ہزار گوریلوں کی دھمکیاں انیس اپریل کو فساد انگیزی اور یکم جون کو جنگ کے اعلانات اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ بھاشانی اس ملک میں کوئی قوت و طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی ان کا کوئی اثر و رسوخ ہے۔ چند غیر ملکی افکار کے بھکاری اور دریوزہ گر ان کے ساتھ ہیں اور اس کا مظاہرہ انیس اپریل اور سرخ صحافیوں کی کرائی ہوئی ہڑتال سے ہو چکا ہے اور اس بات کو بھاشانی بھی جانتے ہیں لیکن ان کے ساتھ ہی ساتھ انہیں یہ بھی علم ہے کہ جب تک اس ملک میں سرمایہ دار اور مزدوروں کے درمیان آویزش باقی رہے گی ان کے کبھی نہ کبھی کامیاب ہونے کے امکانات ختم نہیں ہوں گے اور اسی EXPLANATION کے آسرے کبھی وہ تیس ہزار اور کبھی دس لاکھ گوریلوں کی سول وار کی دھمکیاں دیتے ہیں کہ کبھی نہ کبھی تو وہ نفرت اپنے عروج اور انتہا تک پہنچے گی جسے مزدور اور چھوٹے طبقے اپنے سینوں میں چھپائے پھرتے اور جسے دہکانے اور بھڑکانے کے لیے سرخ سامراج کے ایجنٹ ہڑتالوں پر ہڑتالیں کرواتے رہتے ہیں۔

ہم انہیں چیزوں کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"جب تک ان اسباب کا خاتمہ نہ کیا جائے گا جن کے نتیجہ میں ایسے شرپسندوں کو کھل کھیلنے اور لوگوں کے جذبات سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملتا ہے اس وقت تک اس فتنہ پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔

اور اس کا طریق کار یہ ہے کہ اسلام پسند جماعتیں مزدوروں اور پس ماندہ طبقوں کو استحصال پسندوں کے ظلم و تشدد سے بچانے کے لیے بھرپور عملی اقدامات کریں۔ کارخانہ داروں اور زمینداروں کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ اپنے اجیروں اور مزارعین سے غیر انسانی سلوک نہ کریں۔ امیروں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ فقیروں اور مفلسوں کی معاونت کر کے انہیں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے میں مدد دیں۔ مزدوروں کو یہ تلقین کریں اور سمجھائیں کہ روز روز کی ہڑتالوں سے ان کے فقر و افلاس میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہوتا ہے اس لیے وہ اپنے جائز مطالبات منوانے کے لیے نفرت و تشدد کی راہ چھوڑ کر معقول راستہ اختیار کریں اور پھر ان کے ساتھ ہو کر ان کے مطالبات منوائیں اور اجارہ داروں کی اجارہ داریوں کے توڑنے کے لیے موثر اور مضبوط قدم اٹھائیں وگرنہ یہ آگ صرف نعروں اور جذبات کے بل پر دبائی نہ جا سکے گی

(بقیہ ص ۶۴)

یوں بلند کرنا ایک فریب ہے مگر لوگ ان کی اس بات پر متوجہ نہ ہوئے۔ بلکہ بات یہاں تک پہنچی کہ لوگوں نے علیؓ سے سختی کی اور برملا کہا کہ اگر تم قرآن کا فیصلہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے تو پھر تم بھی ہمارے ہاتھوں عثمانؓ کے سے انجام تک پہنچنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ نیز وہ کہنے لگے کہ تم ہمیں خواہ مخواہ مروا رہے ہو۔ اگر تم جنگ بندی قبول نہ کرو گے تو ہم تمہیں معزول کر دیں گے اور بالآخر حضرت علی بھی بیٹھ گئے اور انہوں نے جنگ بند کر دینے کا اعلان کر دیا۔"

یہ روایت اپنی ان ساری ہی کڑیوں سمیت ابن کثیر، ابن اثیر، ابن خلدون، طبری اور طبقات ابن سعد سے لے کر عصر حاضر کی تمام ہی قابل ذکر تاریخی کتابوں میں بالفاظ مختلفہ موجود ہے۔

اور ہمارے مؤرخین بڑی ہی سادگی سے لب برداشتہ یہ گناؤنی صورت حال بیان کر کے آگے نکل گئے ہیں اور انہوں نے یہ کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کیا کہہ گئے ہیں اور روایت کی تمام تر بے احتیاطیوں کو گوارہ کرتے انہوں نے درایت کی ایک بھی کڑی روایت کے حلقہ سے جوڑنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔

(جاری ہے)